ابن صفی نفسیات کے ماہر ہیں اور نفسیات کے ساتھ ساتھ جنسیات پر بھی اُن کی گہری نگاہ رہتی ہے۔ اِس سلسلے میں متعدد کردار اُن کے شاہکار کی حیثیت سے پیش کیے جا سکتے ہیں۔ موجودہ کہانی میں بھی ساحرہ کا کردار ایسا ہی شاہکار ہے۔ پڑھنے والوں کے سامنے ذہن انسانی کی سینکڑوں گتھیاں آ جاتی ہیں اور وہ یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ انسانی دماغ کتنا پیچیدہ، کتنا پُراسرار اور کتنا عجیب ہوتا ہے! تاریکا کردار جرائم کی غایت پر بھی روشنی ڈالتا ہے اور کچھ گمراہ کن اور غلط جنسی رجحانات کی بھی پردہ کشائی کرتا ہے۔

ابن صفی نے تیسرے شعلے میں قاری کو ایک ایسے میدان پر لا کر چھوڑ دیا ہے جہاں تشنگی اور بے چینی اور بڑھ جاتی ہے اور ہر لحظہ یہ احساس شدت اختیار کر جاتا ہے کہ اب کیا ہو گا؟

یہ جاننے کے بعد بھی کہ جرائم کے پیچھے وہی "طاقت والی تنظیم" ہے۔ استعجاب اور تجسس کی دنیا نت نئے دروازے کھولتی رہتی ہے اور اس پر مجبور کرتی رہتی ہے کہ "ملکہ" کون ہے؟ ساحرہ کی کیا حیثیت ہے؟ تھریسیا آف بمبل بی کیا بلا ہے؟ کراغال کی خانم کون ہے؟ اور طاقت کی تنظیم کے پیچھے کون ہے؟ اور سب سے زیادہ خلش اس کی ہوتی ہے کہ وہ شعلہ کیا تھا؟ آدمی سیاہ کیسے ہو جاتا تھا۔ اور اس بات پہ خلش اور بڑھ جاتی ہے!

مگر ان تمام سوالوں کا جواب، ان تمام پیچیدگیوں کا حل اور اس شعلہ ریز، ہنگامہ خیز داستان کی تکمیل آپ کو آئندہ شمارہ میں ملے گی جو جہنم کا شعلہ بن کر آ رہی ہے۔ یہ اس داستان کا اختتام ہے جو پہلا شعلہ سے شروع ہوئی تھی اور اب تک جس کی وجہ سے بے چینی اور اضطراب کی ایک دنیا آباد تھی!

جہنم کا شعلہ ایسی ہی ہنگامہ خیز داستان بن کر آ رہی ہے! ابن صفی اُسے شاہکار بنا رہے ہیں اور ہم یہ اُمید کرتے ہیں کہ آپ بھی اُسے ایک ایسا کارنامہ قرار دیں گے جو دنیائے ادب و صحافت کی تاریخ میں عدیم النظیر ہو۔

دسمبر ۱۹۵۶ء: تیسرا شعلہ

اس کتاب کا پہلا ایڈیشن میرے پاس موجود ہے۔ غالباً جگہ کی کمی کی وجہ سے گوشۂ احباب شامل نہیں کیا گیا۔ کہانی صفحہ ۱۲۶ پر ختم ہوتی ہے اور اس کے بعد دو صفحوں پر اگلے ناول کا اشتہار ہے۔

یہ اس حیرت انگیز، ہوشربا اور زلزلہ خیز سلسلہ کا آخری ناول ہے جس نے گذشتہ تین مہینوں سے ایک تہلکہ مچا رکھا تھا۔ میں لوگوں کے جذبات کا اپنی ہی طرح اندازہ کرتا ہوں۔ گویا اپنے پر "اہل دہر" کا "قیاس" کیا ہے۔ اس لئے میرا خیال ہے کہ جو اضطراب، بے چینی، خلش، انتظار اور اسکی دھڑکنیں ہر لمحہ دن کا چین اور رات کی نیند کو تاروں میں اڑاتی رہیں۔ وہ اس شمارہ کو دیکھ کر ایسی فرحت، مسرت اور نشاطیہ کیفیت میں بدل جائیں گی جس کا تعلق روح کے ان سرمدی تاروں سے ہوتا ہے جسے "تسکین" یا "طمانیت" کا نام دیا جاتا ہے۔ یہ داستان تقریباً ساڑھے سات سو صفحات کی تھی۔ ابن صفی نے اسکی ایک جھلک شعلوں کا ناچ میں پیش کی تھی۔ پھر اسکے بعد شعلوں کا یہ سلسلہ شروع ہوا۔ اور اب جب ابن صفی نے اسے ختم کیا ہے تو ایک عظیم فنکار کی طرح انہیں "تنگیٔ داماں" کی شکایت ہے۔ ان کے قلم کی بے پناہ جولانیوں کو ابھی اور وسعتوں کی تلاش تھی!

میں یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ جہنم کا شعلہ پڑھ کر کتنی بے قراری سے آپ سب اپنے ذہن میں کلبلانے والے ہزاروں سوالوں کا حل تلاش کریں گے۔ اس میں سے کتنے ہی جوابات ایسے بھی ہوں گے جن کے بارے میں شاید آپ نے سوچا ہو، لیکن یقین کیجئے کہ بہت سی باتیں ایسی بھی سامنے آئیں گی کہ جنہیں پڑھ کر آپ اچھل پڑیں گے! یہی ایک ایسا موقع ہوتا ہے جہاں ہر ذہن ابن صفی کی فنکارانہ چابکدستی اور عظمتوں کے سامنے بے اختیار محبت و عقیدت، نیازمندی کے پھول چڑھاتا ہے۔

اس حیرت انگیز داستان میں fan ts ay ہے۔ ایک ایسا ماحول جو عموماً لوگ یہ محسوس کرتے ہیں کہ نہیں ملتا۔ ابن صفی ایسے ہی ماحول میں اپنی بصیرت اور ژرف نگاری سے فلسفہ، نفسیات، حکمت کے وہ دریچے کھولتے ہیں جس پر لاکھوں حقیقتیں قربان کی جاسکتی ہیں۔ ساحرہ کا کردار لیجئے – یہ میرا چیلنج ہے کہ انگریزی اور فرانسیسی جیسے ترقی یافتہ ادب بھی ایسا کردار نہیں پیش کر سکتے۔ یہ haunt کرتا ہے۔ شیلی کے نغمات کی طرح اس کردار کی حسین پیشکش ذہن سے چمٹ کر رہ جاتی ہے! میں نہیں کہہ سکتا کہ ذہن کی وادی میں کب

تک "ساحرہ" کو پکارتا رہے[کذا؟: رہوں] گا!

اختتام پر پہونچکر رو ونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور جن حقائق کا انکشاف ہوتا [ہے] وہ نفسیات کے طالب علموں کے لئے معرکہ کی چیز ہے۔ اس سلسلے کے ناولوں کا بھی ایک گہرا مقصد ہے۔ ابن صفی مبلغ یا مصلح یا سیاسی رہنما تو نہیں ہیں۔ مگر ان کے پہلو میں ایک ایسا دل ہے جو انسانیت کیلئے دھڑکتا رہتا ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ قوموں کی زندگی میں وہ دن کتنا بھیانک اور منحوس ہوتا ہے۔ جب فاشی طریقوں پر سازشیں پھیلتی ہیں۔ آج کی سیاسی زندگی میں اقتدار حاصل کرنے کے لئے ایسی سازشیں عام ہو رہی ہیں۔ ابن صفی ایسی سازشوں اور ایسی فاشی تکنیک کے خلاف آواز بلند کر کے جمہوریت دوست عوام کی نمائندگی کرتے ہیں۔ اور اس لئے فاشزم، سازشی ہتھکنڈے بازوں اور نازی تکنیک کے خلاف اُن کے قلمی جہاد پر امن، جمہوریت اور انسانیت مادرِ گیتی کے اس عظیم فرزند کو مبارکباد دیتے ہیں۔

جنوری ۱۹۵۷ء: جہنم کا شعلہ

اس کتاب کا پہلا ایڈیشن میرے پاس موجود ہے۔

۶۰

شاید ہی کوئی اس حقیقت سے انکار کر سکے کہ موجودہ بین الاقوامی حالات کی نوعیت ہی ایسی ہے کہ جسے اقتدار کی رسہ کشی، سازشی کوششوں اور ریشہ دوانیوں پر محمول کیا جانا ضروری ہے! آئے دن آپ espionage اور spy rings کی کہانیاں اخبارات میں پڑھتے رہتے ہیں اور آپ کو اس کا اندازہ ہوتا ہو گا کہ ارضِ شرق کو اپنی سازشوں کا شکار بنانے کے لئے مغربی طاقتیں کیا کچھ نہیں کر رہی ہیں۔ ایک ایماندار، حساس ادیب کی طرح ابن صفی ان حالات سے بےخبر نہیں ہیں۔ ایسے تمام واقعات پر اُن کے احسا[سا]ت بھی برانگیختہ ہوتے ہیں اور ان کا قلم بھی اپنے مخصوص انداز میں ان سازشوں کی طرف اشارہ کرتا چلتا ہے۔

زہریلے تیر ایک ایسی ہی کہانی ہے!

یہ کہانی ابن صفی نے بڑے الجھے ہوئے حالات میں لکھی ہے۔ ابن صفی کے والد محترم کی علالت نے

انہیں ذہنی سکون نہیں ملنے دیا۔ایک طرف باپ کی محبت، بیاری اور دوڑ دھوپ-اور دوسری طرف زہریلے تیر۔ظاہر ہے کہ ایسے حالات میں ذہنی کیفیت کیا ہو سکتی ہے!اس کا صحیح اور سچا احساس اُن ہی کو ہو سکتا ہے جو مصنف بھی ہوں اور جنہیں ان منزلوں سے گذرنا پڑا ہو!ایسے روح فرسا حالات میں ایک ایسی کہانی ترتیب دینا ابن صفی ہی کا کام تھا!

زہریلے تیر کی یہ پُراسرار کہانی اُس وقت کتنی دلچسپ اور سنسنی خیز ہو جاتی ہے جب تارا نائیڈو اور کہکشاں کے چکر میں حمید اُلجھ کر رہ جاتا ہے۔ریکھا کے ساتھ فریدی کو دیکھ کر اُن بہت سے لوگوں کی خواہش پوری ہو گئی ہوگی جو مستقل اس بات پر مصر تھے کہ ریکھا کو پھر لایا جائے۔

ڈاکٹر ڈریڈ-اور فنچ-خطرناک، چالاک اور ہوشیار!ان دونوں کے کرداروں کی تفصیلات نہ جان کر آپ کو تھوڑی بہت مایوسی ہو سکتی ہے۔مگر اتنا آپ مجھ سے بہتر جانتے ہیں کہ ابن صفی جب کسی کردار کو ادھورا رکھتے ہیں تو اُس کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ کوئی بہت ہی عظیم تخلیق پُراسرار پردوں کے پیچھے سے باہر آنے کیلئے بیتاب ہے۔اسلئے مجھے بھی یہی اُمید ہے کے [کذا: کہ] [یہ] ڈاکٹر سلیمان وغیرہ سے کہیں زیادہ ہیبتناک پُراسرار اور خوفناک روپ میں ظاہر ہوں گے!

چار شعلوں کا وہ پُراسرار سلسلہ ختم ہو گیا۔جہنم کا شعلہ آخری کارنامہ بن کر اس طرح لوگوں کے دل و دماغ پر چھا گیا کہ کسی کو یقین ہی نہیں آتا کہ یہ سلسلہ ختم ہو گیا ہے۔اس کی پسندیدگی کا اندازہ آپ اسی سے لگا سکتے ہیں کہ جہنم کا شعلہ کا دوسرا ایڈیشن کرنا پڑ رہا ہے!

اس سلسلے میں میری درخواست یہ بھی ہے کہ آپ سب اپنی رائے اور مشورے روانہ کرتے وقت یہ ضرور لکھیں کہ آپ آئندہ بھی مسلسل کہانی چاہتے ہیں یا نہیں؟

ظاہر ہے کہ اس کا فیصلہ آپ ہی کر سکتے ہیں اور آپ کی خواہشات و جذبات کا احترام کرنا ہمارا اور محترم ابن صفی کا فرض ہے۔

فروری ۱۹۵۷ء: زہریلے تیر

اس کتاب کا پہلا ایڈیشن میرے پاس موجود ہے۔

پانی کا دھواں ڈاکٹر ڈریڈ کے کارناموں کے سلسلے کا دوسرا شمارہ ہے! اس شمارہ کو پڑھ کر آپ یہ اندازہ لگا سکیں گے کہ آپ کی رائے کا ہم کتنا احترام کرتے ہیں۔ اور ہمارا یہ دعویٰ محض کاغذی نہیں بلکہ عملی ہوتا ہے۔ گذشتہ اشاعت کے بعد سے اب تک لاکھوں پڑھنے والوں نے اس مسئلہ پر رائے بھیجی تھی کہ کہانی مسلسل ہو یا غیر مسلسل؟ ان رائیوں میں اختلاف تھا۔ اس لئے محترم ابن صفی نے ایک ایسا راستہ نکالا ہے جو ہر طبقہ اور ہر نکتہ خیال کو مطمئن کرتا ہے۔ یعنی یہ کہانی اپنی جگہ پر مکمل بھی ہوگی اور مسلسل بھی۔ انجام کی تشنگی "طلب" کو تیز تر بھی کرتی رہے گی۔

پانی کا دھواں ایسی ہی کہانی ہے۔ اسکی شکیلہ کا ایڈونچر س رول گیارھواں زینہ کی طاہرہ کی یاد دلاتا ہے۔ اور حمید کے ساتھ اس کی چھیڑ چھاڑ، مزاح و تفریح کی ہنستی دنیا کی سیر کراتی ہے۔ جن لوگوں کو حمید کے بجھے بجھے رہنے کی شکایت تھی وہ اس بار اسے پاگل کے روپ میں دیکھ کر اپنی ہنسی ضبط نہ کر سکیں گے! افریدی نے ٹونی اور گیسپر کو جس انداز سے سزا دی ہے وہ "افریدی طریقہ" کا ایک شاہکار ہے۔ آخری صفحات میں لیڈی انسپکٹر ریکھا اور حمید کا دیہاتی رول مدتوں یاد رہے گا۔ لیکن ان سب باتوں کے علاوہ جس چیز کی طرف میں توجہ دلانا چاہتا ہوں وہ دورِ حاضرہ کے واقعات پر تبصرے ہیں جو چھوٹے چھوٹے جملوں پر مشتمل ہیں۔ پوری کہانی میں موتیوں کی طرح پھیلے ہوئے ہیں۔ آج کی بین الاقوامی سیاست، زبردستی حفاظت کی دعویداری، فوجی معاہدے، کمزور ملکوں کے دبانے کی حکمتِ عملی۔ اور اسی طرح کے دوسرے مسائل پر جس حکیمانہ انداز سے ابن صفی نے تبصرہ کیا ہے وہ انہیں ان ناول نگاروں کی صف میں کھڑا کرتا ہے جو تاریخ میں زندگی کے مفسر ہی نہیں زندگی کے نقاد بھی کہلاتے ہیں۔

ابن صفی کے والد محترم کی علالت کے بارے میں مزاج پرسی کے خطوط اور تار کا سلسلہ ابھی تک جاری ہے۔ جن کا فرداً فرداً جواب دینا ممکن نہیں۔ اس لئے جاسوسی دنیا کے اُن [کذا: ان] صفحات کے ذریعہ مجھے یہ اطلاع ہوئے بڑی مسرت ہے کہ ابن صفی کے والد محترم بفضلہٖ بخیر ہیں! ابن صفی اپنے لاکھوں چاہنے

والوں کی اُس بے پناہ ہمدردی اور محبت کے مظاہرے کے بیحد مشکور ہیں۔

آخر میں گوشۂ احباب کے صفحات نہ شامل ہو سکنے کے لئے معذرت خواہ ہوں۔ کہانی کے صفحات بڑھ جانے کی وجہ سے یہ کالم شامل نہ ہو سکا۔

مارچ ۱۹۵۷ء: پانی کا دھواں

اس کتاب کا پہلا ایڈیشن میرے پاس موجود ہے۔

۶۲

ڈاکٹر ڈریڈ کے کارناموں کے سلسلہ کی یہ تیسری کہانی ہے۔ اور اسی انداز کی کہانی ہے جس طرح کی پہلی دو کہانیاں تھیں۔ یعنی یہ کہ اسے ختم کرنے کے بعد تشنگی کا احساس تو نہیں ہوتا لیکن وہ کرید اور تجسس جو ابن صفی کی کہانیوں کی امتیازی صفت ہے[..؟] "سعیدہ رحمان" سے جو کہانی شروع ہوتی ہے وہ پایۂ تکمیل تک پہنچ جاتی ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ ڈاکٹر ڈریڈ بچ جاتا ہے!

اِس کہانی میں جہاں اور بہت سی باتیں ہیں وہاں ایک خصوصیت کیطرف اشارہ کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ اس کہانی میں "پروپیگنڈے کے فراڈ" پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ شخصی پراپیگنڈا کس طرح جرائم کی راہ کھول سکتا ہے۔ اس کی تشریح سعیدہ رحمان کے کردار سے ہوتی ہے۔ سعیدہ رحمان کی خوبصورتی کے بجائے، اسکی بے اندازہ دولت کی کہانی نے لوگوں کو اس کا شیدائی بنا دیا تھا اور یہ فریفتگی اِس حد تک پہونچ گئی تھی کہ اسکی دولت کی خاطر لوگ اپنی دولت تباہ کرنے سے دریغ نہیں کرتے تھے! کہانی کا یہ اخلاقی پہلو آج کی پوری سوسائٹی کیلئے مشعلِ راہ بن سکتا ہے! اس لئے کہ موجودہ دور میں بھی حقائق سے زیادہ پروپیگنڈے پر بھروسہ کیا جاتا ہے!

اس کہانی میں قاسم کی موجودگی اُن تمام لوگوں کیلئے ہے جو اس "گرانڈیل احمق" سے ملنے کے لئے بے چین رہا کرتے ہیں۔ قاسم اپنی "قوں" اور "تیا تہا" [کذا؟: "قیا قہا"] کے ساتھ کہانی کے آغاز ہی میں نظر آتا ہے اور اس طرح کہانی کا جزو بن جاتا ہے کہ کبھی کبھی اسکی شخصیت بھی مشکوک نظر آنے لگتی ہے!

ڈاکٹر ڈریڈ اور فنچ جو ان کہانیوں کے مرکزی مجرم ہیں، اُن کی ابھی تک ادھوری تصویریں آپ کے سامنے آئی ہیں۔ خصوصاً ڈاکٹر ڈریڈ جو صرف "پس پردہ" کاروائیاں کرتا ہے! اس کہانی میں دونوں آپ کو ملیں گے! بلکہ فنچ تو کہیں زیادہ اُچھلتا کودتا نظر آتا ہے۔ اور اسکی عیاری، پھرتی اور چالاکی سنگ ہی کی یاد دلاتی ہے!

ان دونوں کرداروں کی بھرپور اور مکمل تصویر آئندہ شمارے میں جو خاص نمبر ہو – دیکھئے! اس شمارہ میں نہ صرف اس کہانی کی وہ تمام کڑیاں پایۂ تکمیل تک پہونچیں گی جنہیں ابتک آپ نے پڑھا ہے۔ بلکہ یہ خاص نمبر کہانی کے اعتبار سے بھی سنسنی خیز، متحیر کن اور معرکہ خیز ہوگا۔ اور جاسوسی دنیا میں اب تک جتنے مجرم آپ نے دیکھے ہیں، انمیں فنچ اور ڈریڈ کو آپ سب سے عجیب و غریب پائیں گے!

جاسوسی دنیا کے پرانے ناولوں کیلئے مطالبہ نے اِدھر شدت اختیار کر لی تھی اور وہ گذشتہ پچیس ناول جو بالکل کمیاب ہیں، اُن کی اشاعت کا مطالبہ ہوتا رہا تھا۔ اپنے قارئین کے اس مشورہ کا ہمیں بے شک احترام تھا مگر حالات ایسے ہی تھے جنکی بنا پر ہم یہ شمارے نہ پیش کر سکے! اب حالات سازگار ہیں اور ہمیں یہ خوشخبری دیتے ہوئے مسرت ہے کہ تین چار ماہ کے اندر ہم کچھ پرانے ناول آپ کی خدمت میں پیش کر سکیں گے۔

اپریل ۱۹۵۷ء: لاش کا قہقہہ

اس کتاب کا پہلا ایڈیشن میرے پاس موجود ہے۔

اس شمارہ میں صفحہ دو پر ایک نیا اضافہ نظر آتا ہے:

"جاسوسی دنیا کے بارے میں تفصیلات (رجسٹریشن آف نیوز پیپر ایکٹ کی دفعہ ۳ کے مطابق): (۱) اشاعت کی جگہ: حسن منزل الہ آباد ۳، ۵ کوٹھی ٹولہ، الہ آباد ۳ (۳) مالک، پرنٹر، پبلشر اور ایڈیٹر: عباس حسینی (۴) قومیت: ہندوستانی (۵) پتہ: جاسوسی دنیا الہ آباد ۳۔ میں عباس حسینی اس بات کی تصدیق کرتا ہوں کہ مندرجہ بالا تفصیل میری دانست میں درست اور صحیح ہیں۔"

اگلے شماروں میں ان کوائف کا اعادہ دکھائی نہیں دیتا۔

ڈاکٹر ڈریڈاُن کارناموں کے سلسلے کی آخری کڑی ہے جس کا آغاز زہریلے تیر سے ہوا تھا۔ گو کہ پچھلی سب کہانیاں اپنی جگہ پر مکمل تھیں، لیکن ان سب میں ایک چیز تشنۂ تکمیل تھی، یعنی یہ کہ ڈاکٹر ڈریڈ کون ہے؟ اُسکی مجرمانہ سازشوں کے پیچھے کون ساجذبہ کارفرما ہے؟ فنچ کون ہے؟ اُسے ڈاکٹر ڈریڈ سے کیوں دشمنی ہے؟ اور اسی طرح کے دوسرے بہت سے سوالوں کا جواب آپ کو اس خاص نمبر میں ملے گا۔

بہت سی دوسری خوبیوں کے علاوہ فنچ کا کردار جاسوسی دنیا میں ابتک جتنے بھی مجرموں کے کردار پیش کئے گئے ہیں انمیں سب سے انوکھا اور نرالا ہے۔ یہ ایسا مجرم ہے جس سے ہمدردی ہوتی ہے مگر نفرت کے ساتھ! اسی لئے اس کا انجام بھی روایتی ہونے کے بجائے ہٹ کر ہے۔ یعنی نہ وہ خودکشی کرتا ہے اور نہ گرفتار ہوتا ہے! وہ انتقام کا بھوکا تھا، اور اپنی خواہش انتقام کی تکمیل کے بعد غائب ہو جاتا ہے۔ یہی اُس کا انجام ہے ہوسکتا ہے اس نے خودکشی کرلی ہو، یہ بھی ممکن ہے کہ پھر سے شریفانہ زندگی گذارنے لگا ہو، بہرحال یہ آپ پر منحصر ہے۔ آپ واقعات کے پس منظر کے مطالعہ [سے] جو بھی نتیجہ چاہے نکال سکتے ہیں۔ مصنف نے ایک ماہرفن کی طرح تصویر کا خاکہ بنا کر اور رنگ کا چارٹ لگا کر رنگ بھرنے کا کام آپ کیلئے چھوڑ دیا ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ اور دوسرے کردار نامکمل ہوں! ڈاکٹر ڈریڈ کا کردار مکمل اور بھرپور ہے۔ قاسم کے ساتھ ساتھ انور بھی اس بار آپ کو ملے گا، کہیں کہیں انور اور رشیدہ کی جھڑپیں، اور حمید اور ریکھا کی نوک جھونک بھی ہے۔ یوں تو حمید کا وجود ہی قہقہہ انگیز، تبسم آفریں ہوتا ہے لیکن اس بار "ڈونکی ٹیلس" نے قیامت ڈھادی ہے۔ نفسیات سے دلچسپی رکھنے والوں کیلئے فنچ، میر سفگلاس اور زرد پوش نقشۂ معمہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔

اس کہانی کے ساتھ جہاں ڈاکٹر ڈریڈ کا قصہ تکمیل کو پہونچتا ہے وہاں مسلسل کہانیوں کے سلسلہ کو بھی ختم کیا جارہا ہے۔ یکے بعد دیگرے شعلوں کا سلسلہ اور ڈاکٹر ڈریڈ کے سلسلے نے کچھ یکسانیت پیدا کردی تھی۔ اس لئے حسب سابق اب پھر مکمل کہانیاں ہی ملیں گی۔ ادھر بہت سے احباب نے اس بات کی خواہش ظاہر کی ہے کہ صرف حمید سے کچھ کام لیا جائے اور فریدی کو رخصت پر بھیجدیا جائے۔

انور اور رشیدہ کو بھی کچھ لوگ لانا چاہتے ہیں، مگر حمید کو کسی بھی قیمت پر بھی چھٹی نہیں دینا چاہتے! بہرحال جو کچھ آپ لوگ پسند کریں، محترم ابن صفی کی خدمت میں آپ کی خواہشات پہونچ جائیں گی اور آخری

فیصلہ وہی فرمائیں گے!

ادھر کئی ماہ سے گوشہ احباب کے صفحات شامل نہیں ہو پا رہے ہیں۔اسکی ایک وجہ تو یہ ہے کہ ہم زیادہ سے زیادہ ریڈنگ میٹر پیش کرنا چاہتے ہیں،اوردوسری وجہ یہ ہے کہ مسلسل کہانی ہونے کی بنا پر طوالت بڑھتی جاتی تھی۔بہرحال آئندہ شمارہ میں آپ گوشۂ احباب میں ایک دوسرے سے مل سکیں گے۔

مئی ۱۹۵۷ء: ڈاکٹر ڈریڈ

اس کتاب کا پہلا ایڈیشن میرے پاس موجود ہے۔

۶۴

ایک طویل عرصے کے بعد آپ شیطان کی محبوبہ کے روپ میں ایسی کہانی دیکھیں گے جس کا مزہ چٹخارہ،لطف اور ذائقہ انوکھا ہے۔اس کہانی کو پڑھ کر بے اختیار ابن صفی کی ایسی کہانیوں کی یاد آجاتی ہے جن میں مونچھ مونڈنے والی،دوہرا قتل وغیرہ خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔شیطان کی محبوبہ اس لحاظ سے ابن صفی کے اُن چند کارناموں سے ایک ہے جن میں ابن صفی کا مخصوص انداز ظرافت اور شگفتگی مکمل طور پر موجود ہے یا "ابن صفیت" کی جلوہ گری ہے۔

اس کہانی کے انوکھے پن اور خوبصورتی کا اسی سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ حمید اس میں شگوفے چھوڑنے والا آلۂ تفریح نہیں ہے بلکہ قریب تین چوتھائی کیس اسی کا رہین منت ہے اور فریدی ایک ہدایت کار کی حیثیت سے نظر آتا ہے۔ظاہر ہے کہ جب حمید میدان عمل میں آئے گا تو قہقہوں کی بارش بھی ہوگی اور مسکراہٹوں کی پھلجڑیاں بھی چھوٹیں گی اور ہنستی ہوئی پریاں بھی رقص کناں نظر آئیں گی۔

ادھر گذشتہ آٹھ مہینے سے مسلسل کہانیوں اور بھیانک مجرموں نے ایک ایسی فضا بنا دی تھی جو بہت سرد تھی۔شیطان کی محبوبہ برف کی طرح جمے ہوئے اس ماحول میں حرارت پیدا کرتی ہے۔اس کی سرشوخ کا کردار اپنی رنگینی اور دلکشی کے علاوہ ایسے نفسیاتی جھٹکے دیتا ہے کہ ہر قدم پر آدمی چونک اُٹھتا ہے اور انتہا میں پہونچ کر یہ ماننا پڑتا ہے کہ مخصوص قسم کے کردار کی تخلیق میں جو ملکہ ابن صفی کو حاصل ہے اس کی گرد پا بھی

مشکل ہے۔

اس کہانی کو حمید کی کہانی یا حمید کا کارنامہ کہنا زیادہ مناسب ہوگا۔ آخری صفحات میں ابن صفی نے حمید کو اس بار پیش کیا ہے کہ ہم بے اختیار اس سے محبت کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ حمید کے کردار کا یہ رُخ اُسے ہم سے اتنا قریب کر دیتا ہے اُسے اتنا مضبوط، دلکش اور خوبصورت کردار کا مالک بنا دیتا ہے کہ واقعتاً یہ محسوس ہونے لگتا ہے کہ یہ کسی ناول کا کردار نہیں بلکہ گوشت و پوست کا جیتا جاگتا آدمی ہے۔ انہیں خصوصیات کی بناء پر شیطان کی محبوبہ ناقابل فراموش کارنامہ بن گئی ہے۔

ڈاکٹر ڈریڈ کی پسندیدگی کا اظہار جس طرح سے کیا گیا ہے وہ اپنی نظیر آپ ہے۔ خصوصیت کے ساتھ فنچ کے کردار کو لوگوں نے بہت پسند کیا۔ ڈاکٹر ڈریڈ کو پسند کرتے ہوئے اور مسلسل کہانیوں کے اس سلسلہ پر رائے زنی کرتے ہوئے تقریباً سب احباب نے اس بات پر اظہار مسرت کیا کہ اب پھر پہلے کی طرح مکمل کہانیاں شائع ہوا کریں گی۔

چونکہ اس بار بھی گوشۂ احباب کے صفحات شامل نہیں ہو سکے ہیں اسلئے معذرت کرتے ہوئے ایک امر کی طرف اشارہ کرنا چاہتا ہوں۔ بہت سے احباب بہت سے کردار مثلاً بغرا خاں، چوہیا، کنول، سنگ ہی، طارق، غزالہ، انور، رشیدہ، وغیرہ سے ملنے کی خواہش ظاہر کیا کرتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ تمام کردار ایک ہی کہانی میں نہیں پیش کیے جا سکتے۔ البتہ ان سب سے کسی نہ کسی کہانی میں ملاقات ضرور ہوتی رہے گی، اتنا وعدہ ہے۔

جون ۱۹۵۷ء: شیطان کی محبوبہ

اس کتاب کا پہلا ایڈیشن میرے پاس موجود ہے۔

۶۵

پُراسرار موجد اپنے نام ہی کی طرح پُراسرار ہے! اسکی سب سے اہم خصوصیت یہی ہے کہ ابتدا سے انتہا تک یہ پتہ نہیں چل پاتا کہ مجرم کون ہے؟ اور ناولوں کے برعکس اسمیں کوئی گروہ نہیں ہے بلکہ مجرم ایک ہی

ہے۔وہ اتنا ہوشیار ہے کہ جب فریدی اُس پر ہاتھ ڈالتا ہے تو ذہن کو یکبارگی جھٹکا لگتا ہے۔ابن صفی کی اور کہانیوں میں بھی یہ خوبی پائی جاتی ہے مگر اس کہانی میں ایک نئے حسن کے ساتھ ہے۔عام جاسوسی کہانیوں کے برعکس اس میں ”جسمانی مشقت“ کم ہے۔یعنی ”مار پیٹ گھونسے بازی، دنداں شکن سوال و جواب وغیرہ۔“ اس کے بجائے ذہنی ورزش سائنٹفک طریقہ ٔ تحقیقات، کرید، چھان بین پر زیادہ زور دیا گیا ہے۔ اسی بنا پر پراسرار موجد کی کہانی بالکل روزانہ زندگی میں ہونے والے جرائم سے ملتی جلتی ہے۔

حمید اس بار بھی بہت چاق و چوبند نظر آتا ہے ”بکرائیت“ کی تبلیغ اور برخوردار بغرا خاں کا ساتھ اُسکے ذہن کی منجمد تہیں کھول دیتا ہے اور ہم بے اختیار قہقہہ لگانے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔لیکن ان تمام خوبیوں کے ساتھ مجھے جو بات سب سے زیادہ پسند آئی ہے۔وہ صوفیہ مجمی کا کردار ہے۔

ابن صفی عظیم ناول نگار ہونے کے ساتھ بہت بڑے ماہر نفسیات بھی ہیں۔انہوں نے لاتعداد نفسیاتی شہ پارے تخلیق کئے ہیں۔اُن کے نام کہاں تک گنواؤں، یہاں صرف یہ سمجھ لیجیے کہ صوفیہ کا کردار اُن کرداروں کے بیچ میں ایک درخشندہ ستارے کی حیثیت رکھتا ہے۔اُسکی معصومیت اور اُسکی گھبراہٹ، باپ سے اُسکی محبت ان انسانی خصوصیتوں کو ظاہر کرتی ہے جن سے انسانیت عبارت ہے۔اُسکی ماں کا کردار جو بالکل متضاد ہے بڑی چابکدستی سے پیش کیا گیا ہے۔

آئندہ خاص نمبر طوفان کا اغوا ہوگا جو اگست ۱۹۵۷ء کے تیسرے ہفتے میں شائع ہوگا۔اس خاص نمبر کا نام جتنا انوکھا اور عجیب و غریب ہے آپ اُسکی کہانی کو بھی عجیب پراسرار ماحول سے پُر، انوکھی، دلچسپ اور طوفان خیز پائیں گے کم از کم یہ ضرور کہا جاسکتا ہے اس پورے ایک برس میں طوفان کا اغوا سے بہتر خاص نمبر ابن صفی نے نہیں لکھا۔اس سے قبل بھی ابن صفی ہی نے خود اپنے ریکارڈ توڑ دیے ہیں۔طوفان کا اغوا بھی ایسا ہی ریکارڈ شکن کارنامہ ہوگا۔

ادارہ جاسوسی دنیا سے نکلنے والا دوسرا ماہنامہ رومانی دنیا جون کی بالکل آخری تاریخوں میں اپنا گولڈن جوبلی نمبر پیش کر رہا ہے۔گولڈن جوبلی نمبر کی اس کہانی کا نام ہے سحر ہونے تک۔شکیل جمالی اسے اپنی زندگی کا عظیم ترین شاہکار بنا کر پیش کر رہے ہیں۔ڈھائی سو صفحات کی شاندار کہانی، خوبصورت گٹ اپ،

حسنِ ترتیب کے علاوہ اس میں تصاویر اور کچھ دوسری دلچسپیاں بھی ہونگی۔ اس عظیم گولڈن جوبلی نمبر کو حاصل کرنا نہ بھولئے، یہ ناول آپ کی لائبریری کی زینت اور آپ کے ذوقِ ادب کی بلندی کا ثبوت ہوگا۔

جولائی ۱۹۵۷ء: پُراسرار موجد

اس کتاب کا پہلا ایڈیشن میرے پاس موجود ہے۔

۲۶

ایک بڑا آرٹسٹ، ایک عظیم فنکار یا مفکر اپنے دور کا نمایندہ بھی ہوتا ہے ترجمان بھی ہوتا ہے اور خالق بھی! ابن صفی نے اپنے مخصوص اندازِ تحریر سے اُردو میں ایک نئے دور کی تخلیق کی ہے۔ لیکن اسی کے ساتھ ساتھ اُن کی ہمیشہ سے یہ بھی خصوصیت رہی ہے کہ موجودہ مسائل کی بنیاد پر انہوں نے سیر حاصل روشنی ڈالی ہے کسی خشک ریاضی داں کی طرح مسئلے گنوا کر یا کسی نقارچی کی طرح چیخ کر انہوں نے کسی مسئلہ کو نہیں چھوا بلکہ ایک سچے فنکار کی طرح انہیں خوبصورتی اور ڈھنگ سے اپنا نقطۂ نظر پیش کرنے کا سلیقہ ہے! چنانچہ انہوں نے جہاں نفسیاتی نکتے سامنے رکھے، تجزیے کئے اور تحلیل نفسی کے گُر بتائے وہاں انہوں نے امن پر، مغربی ممالک کی ریشہ دوانیوں پر، سازشوں پر، تباہ کن ایجادات پر بھی اپنے خیالات پیش کر کے رہنمائی کا حق ادا کیا!

موجودہ دور کا سب سے بھیانک مسئلہ وہ تجربے ہیں جنہوں نے انسانی زندگی میں زہر بھر دیا ہے۔ مشرق کے ہر گوشے سے نت نئی بیماریوں کی خبریں، بیماروں کی تعداد، مرنے والوں کی تفصیل ان ایٹمی اور ہائیڈروجنی تجربوں کا نتیجہ ہے۔ آج ساری انسانیت کراہ اُٹھی ہے۔ شرافت، امن اور زندگی و اخلاق کے علمبردار ممالک ان تجربوں کے خلاف آواز اٹھا رہے ہیں۔ ابن صفی کو بھی ایک فن کار کی حیثیت سے یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ ان تجربوں کے خلاف آواز بلند کریں۔ یہ آواز انوکھے رقاص کے ابتدائی صفحات میں ابھرتی ہے۔ اُس میں اتنی گہرائی، اتنی شدت اور اتنا نوکیلا پن ہے کہ آپ اُسے بھول ہی نہیں سکتے۔ اُن کا یہ پیمبرانہ جملہ [۔]

"جب ایک آدمی پاگل ہو جاتا ہے تو اُسے پاگل خانے میں کیوں بند کر دیتے ہیں اور جب پوری قوم پاگل ہو جاتی ہے تو طاقتور کیوں کہلانے لگتی ہے"

[-] فاشی تکنیک اور مغرب کے استبدادی نظام پر اس سے بہتر طنز ممکن نہیں ہے۔اس طرح کے جملے انوکھے رقاص میں بہت جگہوں پر آپ کو ملیں گے۔ان میں "روحِ عصر" (Zeitgeist) کی جلوہ گری ہے اور اسے دیکھکر یہ ماننا پڑتا ہے کہ ابن صفی صرف ناول نگار نہیں ہیں بلکہ ایک عظیم مفکر بھی ہیں!

کہانی کے اعتبار سے اس ناول کو حمید کا ہی کارنامہ کہنا مناسب ہوگا۔اسکی دلچسپی، اسکے قہقہے اور آخر میں اس کا چونکا دینے والا اختتام اسی انوکھے انداز کا حامل ہے جسکے لئے ابن صفی مشہور ہیں۔

آئندہ شمارہ خاص نمبر ہوگا جسے طوفان کا اغوا کے نام سے پیش کیا جائے گا۔اس کے انوکھے پن دلچسپی اور دوسرے خصوصیات کا اندازہ آپ اسکی جھلک سے ہی لگا لیں گے۔گذشتہ دو خاص نمبروں نے جو منجمد فضا پیدا کر دی تھی اُس میں طوفان کا اغوا طوفان بن کر ہی شورشوں کو جنم دیتا ہے۔بہت دنوں بعد آپ ایسا خاص نمبر پڑھیں گے جسے بجا طور پر سائنسی کارنامہ کہا جا سکتا ہے اور جو ایڈونچر سے بھرپور ہے۔

اگست ۱۹۵۷ء: انوکھے رقاص

اس کتاب کا پہلا ایڈیشن میرے پاس موجود ہے۔

طوفان کا اغوا جاسوسی دنیا میں نئی سمتوں اور نئی راہوں کی تخلیق کرتا ہے۔اس بات کو پورے اعتماد اور دعویٰ کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ طوفان کا اغوا میں ابن صفی کا قلم اپنے پورے شباب اور جولانی پر نظر آتا ہے اور بلا خوف و تردید یہ دعویٰ اپنی جگہ پر اٹل رہے گا کہ ابن صفی کا یہ شاہکار ناول ہے۔اور انہوں نے ایک بار پھر، تقلید اور پیروی کرنے والوں اور نقالوں کو یہ بتایا ہے کہ تخلیقی آرٹسٹ اور نقال میں بڑا فرق ہوتا ہے۔ابن صفی کیطرح نام رکھ لینا آسان ہو سکتا ہے۔مگر ابن صفی کے قلم کی اُن عظمتوں کو پیدا کرنا جو جاسوسی دنیا (الہ آباد) کے ساتھ وابستہ ہے قطعی ناممکن ہے۔

طوفان کا اغوا ایڈونچر، سراغرسی اور سائنسی کارناموں سے بھرپور ہے۔ اس کا "فولادی" اپنے نام ہی کی طرح حیرت انگیز اور دلچسپ ہے۔ اور اسے ابن صفی کی اپج یا خلاق طبیعت کا ایک اعلیٰ نمونہ سمجھنا چاہیے۔ اسی طرح ریڈیو اور مائیکروفون میں گڑبڑ پیدا ہونا، کتے اور بلیوں کے لڑنے کی آوازوں کے بعد ڈاکٹر ہرمین کی آواز سنائی دینا ایک معرکہ خیز چیز ہے۔ اس کا انکشاف جاسوسی دنیا کے ان قارئین کیلئے اور بھی مسرت انگیز ہوگا جو سائنس کے انکشافات سے گہری دلچسپی رکھتے ہیں۔ ڈاکٹر ہرمین کی شخصیت تو درحقیقت ایک طلسماتی فضا رکھتی ہے۔ ابن صفی نے اس بار پھر اپنے محبوب طرز کا نفسیاتی کردار "نیلم" کے روپ میں پیش کیا ہے اور ذہن سوچتا ہی رہ جاتا ہے کہ اس سے نفرت کی جائے یا ہمدردی! تاہم اپنی تمام تر طاقتوں کے ساتھ "جلوہ افروز" ہے اور "نداغ" [..] کر رہا ہے۔ اسکی مضحکہ خیز شخصیت سیلاب تبسم بن کر اٹھتی ہے اور دیوار قہقہہ میں بدل جاتی ہے۔

طوفان کا اغوا میں حمید کافی چست و چالاک چاق، چوبند نظر آتا ہے۔ جو پھرتی اس نے دکھائی ہے وہ یہ ثابت کرتی ہے کہ وقت پڑنے پر میاں حمید اچھے اچھوں کے کان کترتے ہیں! ان میں ایک ایسی سنجیدگی آ گئی ہے کہ خواہ مخواہ انہیں چھیڑ کر ہنسنے کو جی چاہتا ہے! اور فریدی تو اپنی ذہانت، متانت اور قوت عمل کی وجہ سے ایک ایسا کردار ہے جس کا جواب پورے ایشیائی ادب میں ملنا ممکن نہیں!

یہ شمارہ آپ کو کچھ تاخیر سے مل رہا ہے۔ کچھ دفتری دشواریاں اور پھر ابن صفی کی خفیف سی علالت — ان دو صورتوں نے تاخیر کی یہ تیسری صورت پیدا کر دی۔ میں اپنی جگہ پر شرمندہ ہوں کہ آپ کو بار بار اسٹالوں پر چکر لگانے پڑے اور زحمتیں برداشت کرنا پڑیں۔ اس بات کی حتی الامکان کوشش کر رہا ہوں کہ آئندہ شمارہ اعلان کردہ تاریخ تک شائع ہو سکے۔

ستمبر ۱۹۵۷ء: طوفان کا اغوا

اس کتاب کا پہلا ایڈیشن میرے پاس موجود ہے۔

طوفان کا اغوا جاسوسی دنیا کے اُن چند خاص نمبروں میں سے ایک تھا جس کی مقبولیت اور عام پسندیدگی اپنی جگہ پر خود افسانوی حیثیت رکھتی ہے۔ یہ خاص نمبر اس لئے اور بھی اہمیت رکھتا ہے کہ اس شمارہ سے ابن صفی نے جاسوسی دنیا میں ایک نئی روح پھونکی ہے۔ یوں تو اُن کی ہر کہانی نئے انداز اور انوکھے ڈھنگ سے اُن کی تخلیقی صلاحیتوں کا ثبوت بن کر سامنے آتی رہی ہے مگر طوفان کا اغوا میں سائنسی انکشافات، ایڈونچر اور سراغرسی اور مذاح کے خوبصورت اور حسین رنگ اس طرح ملے جلے نظر آتے ہیں کہ قاری بے ساختہ یہ کہنے پر مجبور ہر جاتا ہے کہ "یہ ابن صفی ہی کا کام ہے۔"

طوفان کا اغوا کی پسندیدگی پر میں اپنے اُن ساتھیوں کا شکریہ ادا کرنا ضروری سمجھتا ہوں جن کی پر جوش حوصلہ افزائیوں کا سلسلہ ابھی تک جاری ہے۔ اور جنہوں نے ابن صفی کے اس نئے انداز کو سراہتے ہوئے ادارہ کو مبارکباد دی ہے۔

ابن صفی کے اسی نئے انداز کا ایک اعلیٰ نمونہ رائفل کا نغمہ ہے۔ اس کی کہانی اس اعتبار سے بہت اہم اور دلکش ہے کہ حمید اس میں پہلی بار "ڈبل رول" ادا کرتا ہے۔ اُس کے کام کرنے کا یہ انداز بہت خوبصورت اور پیارا ہے۔ اور یہیں سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ابن صفی کا ذہن ایجاد و اختراع کا ایسا طلسم ہے جس کی گلکاری لازوال ہے۔ سینما میں تو یہ ڈبل رول ممکن تھا۔ مگر ناول میں "ڈبل رول" پیش کرنا جامد کو متحرک یا ناممکن کو ممکن بنانا ہے۔ حمید کے کردار کا یہ رُخ ہمیشہ یادگار رہے گا۔

اس کہانی میں حمید کے ساتھ "نیلم" بھی ملے گی! جن لوگوں نے طوفان کا اغوا پڑھا ہے وہ نیلم کی ذہانت اور دلیری کے ضرور قائل ہو گئے! "مسٹر کیو" (شمارہ نمبر ۲۹ لاشوں کا آبشار) کی کنول کی طرح نیلم کی موجودگی بھی حمید کے لئے بہت "زحمت انگیز" بن جاتی ہے۔ حمید جیسے "بابا" اور فریدی جیسے "انکل" کی موجودگی میں بھی نیلم کی پھرتی اور ہوشیاری قابل داد بن جاتی ہے۔

اس کہانی کا ایک دلچسپ رُخ وہ عشقیہ خطوط ہیں جو مجرم ایک دوسرے کو لکھا کرتے تھے۔ ان عشقیہ

خطوط کا پس منظر کیا تھا؟ اس کا انکشاف آپ کو حیرت میں ڈالدے گا۔

ابن صفی نے اپنے تمام ناولوں میں قانون کی عظمت اور اسکے احترام پر زور دیا ہے۔ اُن کا نظریہ ہے کہ قانون سے لڑنے والے کیلئے سزا ضروری ہے۔ اب اِس سلسلے میں اگر قانون کے محافظ بھی قانون شکن بن جائیں تو کتنی بڑی تباہی آ سکتی ہے؟ ابن صفی نے اِس کہانی میں اسی نکتے کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اس کا اخلاقی پہلو تازیانۂ عبرت کا حکم رکھتا ہے۔

طوفان کا اغوا کافی تاخیر سے آپ تک پہونچا تھا، یہ شمارہ نسبتاً پہلے آپ کے ہاتھوں میں ہوگا۔ اِس بات کی تمام امکانی کوششیں کی جارہی ہیں کہ آئندہ شمارہ ۲۰ تاریخ تک آپ کو مل جائے! آئندہ شمارہ جاسوسی دنیا کی تاریخ میں ایک اہم باب کا اضافہ کرے گا اسلئے کہ اُس کا مصنف حمید ہے! ابن صفی پہلی بار اپنے خلق کئے ہوئے کردار کی طرف سے ایک ناول پیش کر رہے ہیں۔ یہ اہم کتاب جاسوسی دنیا کی تاریخ کے سلسلے کی ایک اہم کڑی ہے۔ اسلئے آئندہ شمارہ ٹھنڈی آگ ضرور پڑھئے۔

اکتوبر ۱۹۵۷ء: رائفل کا نغمہ

اس کتاب کا پہلا ایڈیشن میرے پاس موجود ہے بحالت خستہ مگر سرورق موجود ہے۔

وبائی ہیجان ابن صفی کے مخصوص تیکھے انداز کا طنزیہ شاہکار ہے۔ یہ کہانی اپنی دلچسپیوں، اخلاقی نتائج اور پر مغز پلاٹ کی بنا پر دشمنوں کا شہر، تاریک سائے، اندھیرے کا شہنشاہ اور موت کی چٹان جیسی کہانیوں کے ساتھ رکھی جا سکتی ہے۔ اس کہانی کا مرکزی خیال اُن بڑی طاقتوں کی ریشہ دوانیوں پر ضرب کاری ہے جنکے بارے میں شاعرِ مشرق نے کہا تھا۔

میخانۂ یورپ کے دستور نرالے ہیں
لاتے ہیں سرور اوّل دیتے ہیں شراب آخر

جن کی ایجادات پہلے تخریب کو جنم دیتی ہیں اور پھر تعمیر کا خیال دلاتی ہیں۔ جو اپنے اقتدار کی خاطر پہلے بیماریاں پھیلاتے ہیں اور پھر اس کا علاج دریافت کرتے ہیں۔ اپنی منڈیوں، دکانوں اور بازاروں کی خاطر پہلے احتیاج اور ضرورت پیدا کرتے ہیں اور پھر اسکی تسکین کا سامان پیدا کرتے ہیں۔

ابن صفی نے کھلم کھلا، دوٹوک، واضح اور صاف لہجے میں اسکے خلاف آواز اٹھائی ہے۔ اُن کا عقیدہ ہے کہ اس طرح دنیا تباہی کے غار میں گرتی جائے گی۔ اس لئے اقتدار کی شرمناک رسہ کشی بند ہونا چاہئے۔ ہمیں ایسے کامیاب علاج اور دوا کی ضرورت نہیں جسکے لئے پہلے بیماری کو جنم دینا پڑے۔ ایسے امدادی غلے کی ضرورت نہیں جسکے لئے قحط کو دعوت دینا پڑے۔ دور حاضر پر ابن صفی کا یہ طنز ایک ایسی اٹل صداقت کا حامل ہے جس کی گہرائی اور گیرائی سے شاید ہی کوئی انکار کر سکے۔

وبائی ہیجان کے قہقہے، نا قابل فراموش ہیں۔ بالخصوص حمید کا میک اپ، اور حمید اور قاسم کی شاندار ٹکر، "ازبکستان کی لڑکی" کا قاسم سے عشق ایسے ٹکڑے ہیں جو بے اختیار ہنسنے پر مجبور کر دیتے ہیں۔ ان جملوں میں تفریح کی ایک دنیا ہے جو فرحت اور انبساط سے لبریز ہے۔

ڈائمنڈ جوبلی نمبر کا جو شاندار خیر مقدم ہوا وہ اپنی جگہ پر ایک مثال ہے۔ اشاعت میں غیر معمولی تاخیر کے باوجود عوام نے بے چین مگر اشتیاق بھری نگاہوں سے اُسے دیکھا اور دل میں جگہ دی۔ لاکھوں پسند کرنے والوں کے ہجوم میں چند ایسے ساتھی بھی ہیں جنہوں نے اختلافی نوٹ لگائے ہیں، اور سرورق وغیرہ کے بارے میں اپنی رائے دی ہے۔ اُن کی رائے سے اختلاف یا اتفاق ممکن ہے مگر اُن کے خلوص پر شبہ نہیں کیا جا سکتا۔ ایسے ساتھیوں نے بھی جو رائے اور مشورے دیے ہیں۔ اُن کی ہمارے دل میں قدر ہے اور ہم ادارہ اور محترم ابن صفی کی طرف سے اُن لاکھوں قارئین کی محبت کا شکریہ ادا کرتے ہیں جنہوں نے خطوط اور تار کے ذریعہ انفرادی اور اجتماعی طور پر ڈائمنڈ جوبلی نمبر کی پسندیدگی کا اظہار کیا۔

ہمیں اس کے لئے افسوس ہے کہ ڈائمنڈ جوبلی نمبر کی مشین ٹوٹ جانے کی وجہ سے اشاعت میں غیر معمولی تاخیر ہوئی۔ اور اس تاخیر کا نتیجہ ادارے سے شائع ہونے والے تمام رسائل پر پڑا۔ بہر حال ہر امکانی کوشش جاری ہے۔ اور یقین کامل ہے کہ آنے والے دو تین مہینوں میں پرچے پھر باقاعدگی سے شائع

ہونے لگیں گے۔

جون ۱۹۵۸ء: وبائی ہیجان

اس کتاب کا پہلا اڈیشن میرے پاس موجود ہے۔ کتاب کے آخر میں ماہنامہ نکہت کے طور پر عمران سیری کے ناول چار لکیریں کا اشتہار موجود ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عمران سیریز کے شمارے الہ آباد میں ماہنامہ نکہت کے طور پر شائع ہونے لگے تھے۔ ممکن ہے کہ ماہنامہ نکہت میں اب دوسروں کے مضامین چھپنا بند ہو گئے ہیں۔

تیسرا حصہ

۱۹۵۸ء میں ابن صفی علیل ہو گئے اور ناولوں کا سلسلہ تین برس تک بند رہا۔ جاسوسی دنیا الہ آباد جاری رہا اور معلوم ہوتا ہے کہ اس دوران وہ پرانے ناول دوبارہ شائع کیے جانے لگے جو کمیاب ہو گئے تھے۔ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ سرورق پہلی اشاعت والے ہی رکھے جاتے تھے مثلاً میرے پاس اندھیرے کا شہنشاہ کے دونوں اڈیشن موجود ہیں اور ان کے سرورق ایک جیسے ہیں صرف قیمت کے اندراج کا انداز بدل گیا ہے: پرانے اڈیشن پر ۱۲/ درج تھا جبکہ نئے اڈیشن پر "75np." یعنی ۷۵ نئے پیسے درج ہے۔

شمارہ نمبر کا حساب مسلسل جاری رہا مثلاً ۱۹۶۰ء میں تیسرا ناول عورت فروش کا قاتل دوبارہ شائع ہوا تو شمارہ نمبر ۹۴ تھا۔ اس طرح اب ناولوں کے نمبر اور شماروں کے نمبر الگ الگ ہو گئے۔ ذیل کے نمبر شمار اسی حساب سے ہیں۔

۹۴

محترم ابن صفی کی علالت کے سلسلے میں ہم آپ کو برابر آگاہ کرتے رہے ہیں۔ خدائے بزرگ و برتر کا بڑا کرم ہے کہ اس نے ہمارے محبوب مصنف کو شفایاب فرمایا۔ اب موصوف ڈاکٹروں کے تحت احکام کی بنا

پر مکمل آرام فرما رہے ہیں اس لئے کہ ڈاکٹروں کا کہنا ہے کہ مزید ایک ماہ تک انہیں کوئی کام کرنا نہ چاہیے، اس لئے کہ اختلاج قلب جیسے عارضے سے اٹھنے کے بعد بعد مکمل آرام اشد ضروری ہے!

ہمیں امید ہے کہ آپ سب کی دعاؤں سے بہت جلد محترم ابن صفی اپنا نیا کارنامہ آپکی خدمت میں پیش کرسکیں گے۔ ساتھ ہی ساتھ ہم آپ سب کے شکر گذار ہیں کہ آپ نے ان آزمائشی لمحات میں ہر طرح سے ادارے سے تعاون کیا۔ اور فتنہ انگیز، مفسد اور مفاد پرست عناصر کی محترم ابن صفی اور ادارے کی بابت پھیلائی ہوئی افواہیں [کذا: افواہوں] کا سر کچل کر رکھدیا۔

ادارے کو اپنے قارئین کی ذہانت پر بھروسہ ہے اُن کے خلوص پر اعتماد ہے اور اُن کے تعاون پر ناز ہے!

زیر نظر شمارہ عورت فروش کا قاتل محترم ابن صفی کا تیسرا ناول، حمید اور فریدی کا تیسرا کارنامہ اور جاسوسی دنیا کا تیسرا شمارہ تھا۔ اسی کہانی میں حمید اور شہناز پہلی بار ملتے ہیں۔ اور یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ شہناز ہی وہ لڑکی ہے جسکے لئے حمید کے دل میں آجتک نرم گوشے موجود ہیں۔ آئندہ شمارہ تجوری کا راز ہوگا۔ اس شمارے میں آپ ابن صفی کی دلچسپ وشاندار کہانی کے ساتھ ایک اہم اعلان کے بھی منتظر رہیں۔

نومبر ۱۹۶۰ء [؟]: عورت فروش کا قاتل [مکرر]

اس کتاب کا پہلا ایڈیشن میرے پاس موجود ہے۔

اس ناول کا مرکزی تصور ایک حد تک سماجی بھی ہے اور موجودہ فلمی ماحول کی گھٹن پر بڑی چابکدستی سے روشنی ڈالتا ہے۔ فلم آرٹ پروڈکشنز کا میوزک ڈائرکٹر رمیش پیانو کی ایک گت بجا رہا تھا کہ دفعتاً پیانو ایک دھماکے کے ساتھ پھٹ گیا اور رمیش کے پرخچے اڑ گئے۔ دوسرے دن رمیش کا اسسٹنٹ بھی اسی حادثے کا شکار ہوگیا۔ اور تب فریدی کو چونکنا پڑا۔

نفسیات کے ماہر ابن صفی نے اس بار بھی بڑے دلچسپ کردار پیش کئے ہیں۔ کلاوتی سے ملئے – یہ اپنے آپ کو ڈرین کا انجن سمجھتی ہے – ڈرجن ایک شرابی! حمید کے گھونسوں نے اس کی کافی مرمت کی مگر؟؟

حمید کی شرارتیں شباب پر ہیں۔ اس کی "یلا یلیاں فل فلوٹیاں" کافی دلچسپ ہیں۔ اس بار وہ فریدی کو بھی تنگ کر ڈالتا ہے مگر اس کی شرارتیں، اس کا مذاق، اس کی غیر سنجیدگی بھی کارآمد ہوتی ہے اس کی ایک شرارت فریدی کیلئے نشان راہ بن جاتی ہے۔

محترم ابن صفی اب بخیر ہیں، اور ڈاکٹروں کے مشورے اور ہدایتوں کے مطابق آرام کر رہے ہیں۔ یہ امید ہے کہ جلد ہی اُن کا شاہکار ناول ڈیڑھ متوالے شائع ہوگا۔

دسمبر ۱۹۶۱ء[؟]: گیتوں کے دھماکے [مکرر]

اس کتاب کا پہلا ایڈیشن میرے پاس موجود ہے۔ حالت خستہ، سرورق مڈا مڈا۔

۱۲۷

جاسوسی دنیا کے لاکھوں قارئین اور محترم ابن صفی کے کروڑوں پرستاروں کی خدمت میں ادارہ اس سال کی سب سے اہم، بیحد مسرت خیز اور خوشی سے بھرپور خبر پیش کر رہا ہے کہ محترم ابن صفی اب مکمل طور پر تندرست ہو گئے ہیں۔ معالجین نے انہیں لکھنے کی اجازت دیدی ہے۔ اور اُن کا شاہکار ناول ڈیڑھ متوالے تکمیل کے مراحل طے کر رہا ہے اور قطعی طور پر انشاءاللہ نومبر ۱۹۶۳ء کے ابتدائی ہفتے میں شائع ہو جائے گا۔

یہ اعلان مسرت اپنے دامن میں ہزاروں خوشیوں کی گونج رکھتا ہے۔ اس شمارے کے بعد ایک اور شائع شدہ شمارہ ہوگا اور اسکے بعد محترم ابن صفی کے نئے ناولوں کا سلسلہ ڈیڑھ متوالے سے شروع ہو جائیگا۔

محترم ابن صفی کی صحتیابی کے سلسلے میں ایک عظیم جشن کا پروگرام زیر غور ہے اور جلد ہی مناسب موقع پر یہ جشن، خوشیوں اور مسرتوں کے کبھی نہ مرجھانے والے پھولوں کی مہک کے ساتھ منایا جائے گا۔

محترم ابن صفی کی صحتیابی کا یہ مسرت بخش اعلان اور ڈیڑھ متوالے کی اشاعت کی یہ خبر جہاں جاسوسی دنیا کے پرستاروں کے لئے خوشیوں کا پیغام لائی ہے۔ وہاں اُن لوگوں کیلئے جو حسد کی آگ میں جلتے رہتے ہیں۔ اُن لوگوں کیلئے جو خودغرض، مفاد پرست اور چارسوبیس ہیں۔ ایسے لوگ جو افواہیں پھیلا کر بدگمانی پیدا کر کے دھوکا دیکر اپنی جیبیں گرم کرنا چاہتے ہیں۔ یہ خبر ایسے لوگوں کے تابوت میں آخری کیل ٹھونک دے گی!

جاسوسی دنیا کے لاکھوں پرستاروں کی پرخلوص دعاؤں نے محترم ابن صفی کو صحت بخشی ہے اور اس تین برس کے زمانے میں اپنی محبت اور اشتراک و تعاون سے یہ ثابت کر دیا کہ انہیں ادارے پر کتنا بھروسہ ہے!

آیئے-آج ہم سب مل کر اپنے مذہبی عید کی بنیادوں پر ساری دنیا کے پیدا کرنے والے اور پالن ہار کے حضور دعا کریں کہ محترم ابن صفی ہمیشہ کی طرح جرائم کے خلاف اور سوسائٹی میں پھیلی ہوئی گندگیوں کے خلاف اپنے شگفتہ، جواں سال، زبردست اور لافانی قلم سے جد و جہد کرتے [ر] ہیں-آمین!

سلامت رہیں ہزار برس

ہر برس کے ہوں دن پچاس ہزار

جاسوسی دنیا تابندہ باد ابن صفی پائندہ باد

جاسوسی دنیا کے قارئین-زندہ باد

ستمبر ۱۹۶۳ء: اندھیرے کا شہنشاہ [مکرر]

اس کتاب کا پہلا ایڈیشن میرے پاس موجود ہے-

۱۲۸

ڈیڑھ متوالے کی اشاعت نے ایک بار پھر یہ ثابت کر دیا کہ ادارہ جاسوسی دنیا نے ہمیشہ عوام پر بھروسہ کیا اور عوام نے اس ادارے کی روایات کو سربلند کیا اور عزت عظمت و افتخار دیا۔

غالباً دنیا کی کسی بھی زبان میں کوئی بھی ماہنامہ یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ بارہ گھنٹے کے اندر ہزارہا کی تعداد میں اسکا پہلا ایڈیشن فروخت ہو گیا ہو! کسی بھی ناول کی مقبولیت کے لئے عوام میں ایسا جوش و خروش نہیں دیکھا گیا کہ کتاب خریدنے والوں کا ہجوم میلے اور تیوہار کی طرح نظر آنے لگے-لیکن یہ فخر اس ادارے کو اور ڈیڑھ متوالے کو حاصل ہے۔

دنیا کے ہر گوشے سے لوگوں نے اپنے ہر دلعزیز مصنف کی صحتیابی کا خیر مقدم کرتے ہوئے ڈیڑھ متوالے کے سلسلے میں ادارے کو تہنیت دی اور مبارکباد کے پیغامات بھیجے اور اس کے ہر ہر پہلو پر اپنے

اپنے اندازے سے خیال آرائی کی اور اُس کے ہر ہر جُز پر ادارے کے جیالے کارکنوں نے جو محنت کی تھی اسے سراہا۔

ڈیڑھ متوالے کی اس پسندیدگی پر صحیح معنوں میں مبارکباد کے مستحق عوام - جاسوسی دنیا کے قارئین ہیں جنکا اعتماد اور بھروسہ ہمیں استقلال اور حوصلے کی لازوال دولت دیتا ہے۔اسلئے ہم اپنے ان لاکھوں ساتھیوں کی مبارکباد قبول کرتے ہوئے انہیں بھی مبارکباد دیتے ہیں۔ہمیں اپنے ان تمام ساتھیوں پر فخر ہے اور یہی ، ہمارا سب سے بڑا سرمایہ ہے۔

اس سلسلے میں ۲۵ نومبر اور ۵ دسمبر کو ڈیڑھ متوالے کے پہلے اور دوسرے ایڈیشن کے سلسلے میں جو جشن منایا گیا اس کی دلچسپ تفصیلات اور تصاویر اسی شمارے میں شامل ہیں۔اس جشن کے سلسلے میں ناانصافی ہو گی کہ اگر عوام کے محبوب رہنما محترم لال بہادر شاستری سابق وزیر داخلہ ہند اور محترم سید علی ظہیر وزیر قانون و انصاف اتر پردیش کا شکریہ نہ ادا کیا جائے۔ان دو حضرات نے اپنی تمام مصروفیات کے باوجود ہماری دعوت قبول کی اور ادارے میں تشریف لا کر ہمیں عزت بخشی۔

پیچاری/رہ جو اسوقت آپ کے ہاتھوں میں ہے ابن صفی کا ایک انوکھا کارنامہ ہے۔اس شمارے کی اس اہم خصوصیت کے ساتھ ایک قابل ذکر پہلو یہ بھی ہے کہ اپنی تین برس کی طویل علالت کے بعد محترم ابن صفی نے فریدی اور حمید کو پہلی بار اس ناول میں پیش کیا ہے۔

اس کہانی کا ماحول اور پس منظر آزادی کے قبل دیسی ریاستوں کے گھناؤنے طرز حکومت کا مظہر ہے۔ اُس وقت کی اُس گندگی اور عریانی اور بے حیائی کو پیش کرنے کے لئے ابن صفی جیسے ماہر فنکار کے قلم کی ضرورت تھی۔جس بیباکی اور نشتریت سے بھرپور انداز میں ابن صفی نے اُس ماحول کی تصویر کشی کی ہے وہ یقیناً بہت اہم ہے۔اس سے نہ صرف جاگیردارانہ نظام کی خرابیاں سامنے آتی ہیں بلکہ بعض بہت ہی اہم نفسیاتی نکتے بھی ذہن کو اپنی طرف متوجہ کرتے ہیں۔

اس ماحول کو دیکھ کر بے اختیار ڈی۔ایچ لارنس اور زولا کی یاد آجاتی ہے جنہوں نے یورپ کے انحطاط پر معاشرے کی عیاشیاں پیش کی تھیں۔

ابن صفی کا یہ جادو نگار قلم بھی ایسے ہی ماحول کی تخلیق کرتا ہے۔ ایسا ماحول جسے دیکھنے کے بعد لذت کے بجائے نفرت کا احساس ہوتا ہے۔

حمید کے ہمیشہ کی طرح صدا بہار جملے قہقہوں کی نوک پلک سے سنوارے گئے فقرے اپنی پوری ٹھان پر ہیں۔

آخر میں ایک بار پھر تمام ساتھیوں اور قارئین کے شکریے اور ان کی محبت کے اعتراف کے ساتھ یہ عرض کرتا ہے کہ انشاءاللہ اب جاسوسی دنیا کی اس نئی زندگی کے بعد ادارے کی تمام مطبوعات میں آپ کچھ خوشگوار تبدیلیوں اور نئے پن کو محسوس کریں گے۔

دسمبر ۱۹۶۳ء [؟]: بیچاری / ارہ

اس کتاب کا پہلا ایڈیشن میرے پاس موجود ہے۔ سرورق سلامت مگر خستہ حال، پچھلا سرورق موجود نہیں جس کی وجہ سے ماہ اشاعت کا تعین محض اندازاً کیا ہے۔

ڈیڑھ متوالے کا شاندار افتتاح

اس سرخی کے تحت مندرجہ ذیل روئیداد بیچاری / ارہ میں صفحہ ۵ سے صفحہ ۹ تک شامل تھی۔

۲۵ نومبر کی خوشگوار اور خنک صبح کو دفتر نکہت میں ایک عجیب ہنگامہ تھا۔ لوگ مصروف نظر آ رہے تھے۔ دفتر کے کارکن رات بھر کام کرنے کے بعد بھی صبح کو اسی طرح شگفتہ تھے۔ کھلے ہوئے چہرے خوشی اور مسرت کا بھاری بھرکم جوش چہروں سے پھوٹا پڑ رہا تھا۔

اندر ہال میں لوگوں کی نشست کا انتظام تھا۔ صوفے اور کرسیاں مخصوص مہمانوں کیلئے تھیں اور ہر شخص اُسوقت کا انتظار کر رہا تھا جب محترم لال بہادر شاستری تشریف لا کر ڈیڑھ متوالے کا افتتاح فرمائیں گے۔

سوا آٹھ بجتے بجتے مہمانوں سے ہال بھر گیا اور اس کے بعد راہداریوں میں لوگ نظر آنے لگے۔ ہر شخص کی نگاہ گھڑی کی سوئیوں پر تھی اور گذرتے ہوئے وقت کے ساتھ انتظار کے مختصر لمحات بھی طویل نظر آ رہے تھے۔

اتنے میں یہ خبر معلوم ہوئی کہ محترم لال بہادر شاستری تشریف لا رہے ہیں۔ معزز مہمان کے استقبال کے لئے سب ہی لوگ باہر آ گئے۔ شاستری جی اپنی سنجیدہ اور باوقار مسکراہٹ کے ساتھ کار سے اترے اور شاستری جی زندہ باد کے نعروں کی گونج میں تشریف لائے۔

انہیں محترم عباس حسینی نے ادارے کی طرف سے گجرے پہنائے اور اس کے بعد جناب ابن سعید نے شاستری جی کا استقبال کرتے ہوئے اپنی تقریر میں کہا۔

"شاستری جی کا خیر مقدم کرتے ہوئے ہم سب کو بیحد خوشی ہے مگر ایسے میں کہ جب ہم اُن کا استقبال کر رہے ہیں دنیا پر حادثات کی بھیانک پرچھائیاں منڈلا رہی ہیں۔ صدر کینیڈی کا زبردست المیہ ہندوستانی فوج کے پانچ بہادر افسروں کا غمناک حادثہ، مشہور ناول نگار ہکسلے اور مہاراشٹر کے وزیر اعلیٰ کنوار کی اچانک وفات نے رنج و غم کی فضا پیدا کر دی ہے۔ یہ عظیم شخصیتیں اپنی زندگی میں دنیا میں امن، قانون اور انصاف کی پیغامبر رہیں اور اس کی کوشاں رہیں کہ یہ خوبصورت زمین سازشوں جرائم اور سرد جنگ کا اکھاڑہ نہ بن جائیں [کذا: جائے]۔

["] ہم بھی اپنے محدود وسائل کے باوجود گنگا اور جمنا کی مقدس سرزمین سے اسی پیغام کو پھیلاتے رہے ہیں اور اس وقت جب ہم تین برس کی طویل مدت کے بعد نئے سرے سے جاسوسی دنیا کی اشاعت کر رہے ہیں تو ہمیں ان شخصیتوں کی بے اختیار یاد آتی ہے۔

["] اس ادارے کی یہ روایت رہی ہے کہ اس نے آج سے بارہ برس پہلے ہندوستان کے اقتصادی حالات کے پیش نظر کم قیمتوں میں اچھی کتابیں عوام کی بول چال والی دو بڑی زبانوں ہندی اور اُردو میں اسی پیغام کو۔امن و قانون اور انصاف کے پیغام کو۔دنیا تک پہونچانے کی کوشش کی ہے۔ سابق وزیر داخلہ جو ہمارے الٰہ آباد کی مقدس سرزمین کے قابل فخر سپوت ہیں ان کی تشریف آوری نے ہمیں حوصلہ بخشا ہے کہ ہم اور مضبوطی اور مستقل مزاجی سے اپنے کام کو انجام دیں۔"

محترم ابن سعید کی اس تقریر کے بعد جناب عباس حسینی نے ڈیڑھ متوالے اور جاسوسی دنیا ہندی کے شمارے شاستری جی کی خدمت میں پیش کئے اور شاستری جی نے خصوصیت سے دونوں شماروں کے کچھ

اوراق دیکھے۔اور اس کے بعد انہوں نے اپنی جوابی تقریر میں کہا۔

"مجھے اس بات کی بے حد خوشی ہے کہ ان کتابوں کی زبان بہت اچھی اور عام فہم ہے۔ میں بہت متاثر ہوا۔آجکل کچھ لوگ ہندی اور اُردو کو کٹھن بنا رہے ہیں۔بڑے بڑے نا قابل فہم الفاظ استعمال کرتے ہیں جبکہ ان کی جگہ آسان الفاظ موجود ہیں۔مثالیں دیتے ہوئے شاستری جی نے کہا کہ عوام کی بال چال کی اشاعت قابل قدر ہے۔انہوں نے ادارے کو مبارکباد دی۔"

اُس کے بعد شاستری جی ادارے کے کارکنوں سے فرداً فرداً ملے اور خوشی کا اظہار فرمایا۔۲۵ نومبر کو صبح سے لے کر شام تک دوستوں، ہمدردوں اور مخلص احباب کا تانتا بندھا رہا۔عظیم مصنف ابن صفی کی صحتیابی اور ڈیڑھ متوالے کی اشاعت کی خوشی میں ادارے کی طرف سے شیرینی تقسیم کی گئی اور مبارکباد دینے والوں کے ہجوم میں جناب شکیل جمالی اور عباس حسینی گھرے رہے۔

اس جلسے میں جن لوگوں نے شرکت فرمائی اُمیں رائے امرناتھ اگروال، راجیندر کماری باجپئی ایم ایل اے، شمس الرحمان فاروقی آئی پی ایس اور مہاتما گاندھی کے سابق سکریٹری محمود احمد ہنر، صابر حسین نقوی ممبر کارپوریشن، نعیم صدیقی اور ہندی کے مشہور مصنف پیارے لال آوارہ کے نام قابل ذکر ہیں۔

ناولوں میں ایک نیا ریکارڈ

۲۵ نومبر کی شام کو ڈیڑھ متوالے کا پہلا ایڈیشن ختم ہو گیا اور دوسرے روز دوپہر تک تار ٹرنک کال کے ذریعے ہندوستان کے ہر گوشے سے ایجنٹوں کے آرڈر موصول ہونے لگے۔ادارے نے اس کی کوشش کی تھی کہ ۲۵ نومبر کو پورے ملک میں ہر جگہ ڈیڑھ متوالے کی کاپیاں پہنچ جائیں۔اس کے لئے خصوصی طور پر انتظامات کئے گئے تھے لیکن اس کے باوجود ۲۶ نومبر تک تمام کاپیاں ختم ہو گئیں اور بہت سے ساتھی ڈیڑھ متوالے پڑھنے سے محروم رہ گئے چنانچہ ۲۶ نومبر کی شام کو ڈیڑھ متوالے کے دوسرے ایڈیشن کا آرڈر پریس کو دیدیا گیا جو دنیا کے کسی بھی ماہنامے کے لئے ایک ریکارڈ کی سی حیثیت رکھتا ہے۔

دوسرا جشن